THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

مسلمانوں میں دینی معاملات میں اجتہاد کی روایت: علامہ اقبال کے خطبۂ اجتہاد کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

The Tradition of Ijtihad in Religious Affairs among Muslims: An Analytical Study in the Light of Allama Muhammad Iqbal's Lecture on Ijtihad

Hafiz Abdul Hameed

Ph.D Scholar, Department of Islamic Thought, History & Culture, Allama Iqbal Open University Islamabad. Email: hafizabdulhameed9@gmail.com

Dr. Ahmad Raza

Assistant Professor, Department of Islamic Thought, History & Culture, Allama Iqbal Open University Islamabad. Email: ahmad.raza@aiou.edu.pk

Abstract:

Ijtihad has historically served as a fundamental source of intellectual dynamism and legal development in Muslim societies. However its scope, methodology, and practical application remain subjects of scholarly debate particularly in addressing contemporary challenges. This study examines the historical tradition of Ijtihad and critically analyzes Allama Muhammad Iqbal's conception of Ijtihad in relation to classical Islamic jurisprudence. The central research problem concerns the need to understand how Iqbal's vision of legal renewal reconciles Islamic tradition with changing social and intellectual circumstances. Although previous studies have explored Iqbal's philosophy and the concept of Ijtihad an integrated analysis of its historical evolution, classical jurisprudential foundations and contemporary institutional implications remains insufficiently explored. The study aims to trace the historical development of Ijtihad, examine its principles and conditions in Usul al-Fiqh analyze Iqbal's perspective on independent and collective Ijtihad and evaluate its relevance to contemporary Muslim societies. It addresses the following questions: How has Ijtihad evolved historically? What are its classical principles and conditions? How does Iqbal interpret Ijtihad in relation to Taqlid and legal renewal? What significance does collective Ijtihad hold in addressing contemporary challenges? The research will review classical and contemporary scholarship on Islamic jurisprudence, legal reform, and Iqbal's thought with particular emphasis on The Reconstruction of Religious Thought in Islam. A qualitative research design will be employed using historical, descriptive, analytical, and comparative methods. Primary sources will include the Qur'an, Hadith, classical works of Usul al-Fiqh and Iqbal's writings while secondary sources will comprise scholarly books, research articles, and academic theses. The study is expected to clarify Iqbal's contribution to Islamic legal thought and identify the potential of collective Ijtihad for contemporary intellectual and jurisprudential renewal.

Keywords: *Ijtihad, Allama Muhammad Iqbal, Islamic Jurisprudence, Collective Ijtihad, Usul al-Fiqh, Taqlid, Islamic Legal Renewal.*

تعارف واہمیت:

اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات میں اس کی آفاقیت، ہمہ گیریت، ابدیت اور ہر دور کے بدلتے ہوئے حالات سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ انسانی معاشرت، تہذیب، معیشت، سیاست، سائنس اور ٹیکنالوجی میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ایسے نئے مسائل کو جنم دیتی ہیں جن کے حل کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

میں اجتہادی بصیرت اور علمی استنباط ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اجتہاد کی روایت نے مسلمانوں کو نئے حالات اور مسائل سے نمٹنے کے لیے فکری و شرعی رہنمائی فراہم کی ہے، تاہم مختلف تاریخی ادوار میں اجتہاد کے دائرۂ کار، شرائط، حدود اور اجتماعی حیثیت کے حوالے سے مختلف علمی رجحانات بھی سامنے آتے رہے ہیں۔ علامہ محمد اقبال کے نزدیک اجتہاد محض انفرادی فقہی استنباط کا نام نہیں بلکہ اسلامی قانون کی حرکی قوت، اجتماعی شعور اور بدلتے ہوئے حالات میں شرعی اصولوں کے مؤثر اطلاق کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اقبال نے اجتہاد کے مختلف درجات، فقہی روایت، ائمہ مجتہدین کے علمی مقام اور جدید دور میں اجتماعی اجتہاد کے ادارہ جاتی امکانات پر بھی گفتگو کی ہے۔ زیرِ نظر تحقیق میں مسلمانوں کی دینی و علمی تاریخ میں اجتہاد کی روایت کا مطالعہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کے تصورِ اجتہاد کا اصولی، تاریخی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔ اس تحقیق میں بالخصوص یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ اقبال نے اجتہاد کے روایتی تصور کو کس حد تک وسعت دی ان کے تصورِ اجتہاد میں روایت اور جدت کا باہمی تعلق کیا ہے، اور جدید مسلم معاشروں میں اجتماعی اجتہاد کے فروغ کے لیے ان کی فکر کس حد تک رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ مزید برآں تحقیق میں اقبال کے تصورِ اجتہاد کی شرعی بنیادوں، اصولِ فقہ کے مسلمہ ضوابط اور معاصر دینی مسائل کے تناظر میں افادیت کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔ اس طرح یہ تحقیق اسلامی روایت اور جدید فکری تقاضوں کے درمیان ایک علمی و تحقیقی مکالمے کی تشکیل میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

1۔ مسئلۂ تحقیق (Problem Statement)

مسلمانوں کی علمی و فقہی تاریخ میں اجتہاد ایک بنیادی اور متحرک علمی روایت رہی ہے جس کے ذریعے ہر دور کے نئے دینی، معاشرتی اور تہذیبی مسائل کا حل قرآن و سنت اور اصولِ شریعت کی روشنی میں تلاش کیا جاتا رہا ہے۔ تاہم بعد کے ادوار میں اجتہاد کے دائرۂ کار اس کی عملی صورتوں اور اس کے ادارہ جاتی طریقۂ کار کے حوالے سے مختلف علمی رویے سامنے آئے۔ بالخصوص جدید دور میں سائنسی، معاشی، سیاسی اور سماجی تبدیلیوں نے ایسے پیچیدہ مسائل پیدا کیے ہیں جن کے حل کے لیے انفرادی فقہی بصیرت کے ساتھ اجتماعی علمی و اجتہادی کوششوں کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ اس تناظر میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ اجتہاد میں اجتہاد کی جو فکری، اصولی اور ادارہ جاتی تعبیر پیش کی ہے اس کی نوعیت، علمی بنیادوں اور عملی افادیت کا جامع تجزیہ ابھی بھی ایک اہم تحقیقی ضرورت ہے۔ بالخصوص یہ سوال قابلِ تحقیق ہے کہ اقبال کا تصورِ اجتہاد کلاسیکی اسلامی روایت سے کس حد تک مربوط ہے اس میں کون سے نئے فکری پہلو شامل ہیں اور موجودہ مسلم معاشروں میں دینی مسائل کے حل کے لیے اس تصور کو کس طرح بروئے کار لایا جا سکتا ہے؟ لہٰذا اس تحقیق کا مرکزی مسئلہ علامہ اقبال کے تصورِ اجتہاد کا اسلامی علمی روایت کے تناظر میں تجزیہ اس کی اصولی حیثیت کا تعین اور عصرِ حاضر میں اس کی معنویت و عملی تطبیق کا جائزہ لینا ہے۔

2۔ تحقیقی سوالات (Research Questions)

اس تحقیق میں درج ذیل بنیادی سوالات کے جوابات تلاش کیے جائیں گے:

1. علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ اجتہاد میں اجتہاد کا کیا تصور پیش کیا ہے اور اس کے بنیادی فکری و اصولی عناصر کیا ہیں؟
2. اقبال کے نزدیک اجتماعی اجتہاد کی اہمیت، ضرورت اور ادارہ جاتی تشکیل کے بنیادی اصول کیا ہیں؟
3. عصرِ حاضر کے دینی، معاشرتی، معاشی اور تکنیکی مسائل کے حل میں اقبال کے تصورِ اجتہاد سے کس نوعیت کی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے؟

3۔ تحقیقی مقاصد (Research Objectives)

اس تحقیق کے بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں:

1. علامہ اقبال کے خطبۂ اجتہاد کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہوئے ان کے تصورِ اجتہاد کے بنیادی فکری و اصولی خدوخال متعین کرنا
2. اجتماعی اجتہاد کے حوالے سے اقبال کی آرا، ان کے پیش کردہ ادارہ جاتی تصور اور اس کی علمی بنیادوں کا جائزہ لینا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

3. عصرِ حاضر کے دینی اور سماجی مسائل کے حل میں اقبال کے تصورِ اجتہاد کی معنویت، افادیت اور عملی امکانات کو واضح کرنا

4۔ تحقیقی خلا(Research Gap)

اجتہاد اسلامی علمی روایت کا ایک اہم موضوع ہے جس پر قدیم و جدید مسلم اہلِ علم نے مختلف پہلوؤں سے کام کیا ہے۔ اسی طرح علامہ اقبال کے فلسفۂ اجتہاد، ان کے تصورِ تجدید، اجتماعی اجتہاد اور اسلامی قانون کی تشکیلِ نو کے حوالے سے بھی متعدد تحقیقی مقالات اور مطالعات سامنے آ چکے ہیں۔ تاہم موجودہ موضوع کے حوالے سے ایک اہم تحقیقی ضرورت یہ محسوس ہوتی ہے کہ اجتہاد کی تاریخی روایت اور علامہ اقبال کے تصورِ اجتہاد کو ایک مربوط علمی و تجزیاتی تناظر میں یکجا کیا جائے۔ خصوصاً سابقہ مطالعات میں اقبال کے تصورِ اجتہاد، ان کی فکری تجدید اور اجتماعی اجتہاد کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو تو ملتی ہے لیکن اجتہاد کی تاریخی و فقہی روایت کے تسلسل میں اقبال کے نظریے کی اصولی بنیادوں کلاسیکی فقہی روایت کے ساتھ اس کے تعلق اس کے امتیازی پہلوؤں اور معاصر دینی مسائل میں اس کی عملی تطبیق کا یکجا جائزہ مزید تحقیق کا متقاضی ہے۔ زیرِ نظر تحقیق اسی علمی خلا کو سامنے رکھتے ہوئے دو بنیادی جہات پر توجہ مرکوز کرے گی:

- فکری و اصولی جہت: اقبال کے تصورِ اجتہاد کا کلاسیکی اصولِ فقہ کے ساتھ تقابلی اور تنقیدی جائزہ۔
- عملی و تطبیقی جہت: موجودہ دور میں اجتماعی اجتہاد اور دینی مسائل کے حل کے لیے اقبال کی فکر کے امکانات کا تعین۔

اس طرح اس تحقیق کی امتیازی حیثیت صرف اقبال کے نظریات کی تشریح تک محدود نہیں ہو گی بلکہ ان کے تصورِ اجتہاد کو اسلامی علمی روایت کے تسلسل اور عصرِ حاضر کے عملی تقاضوں کے ساتھ مربوط کر کے اس کی علمی افادیت کا تعین کرنا ہو گی۔

5۔ سابقہ تحقیقات کا جائزہ(Review of Literature)

اجتہاد اور علامہ اقبال کے تصورِ اجتہاد پر دستیاب علمی لٹریچر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر مختلف محققین نے تاریخی، فقہی، فلسفیانہ اور تطبیقی پہلوؤں سے تحقیق کی ہے۔ ان میں چند اہم تحقیقات درج ذیل ہیں:

یہ کتاب زیرِ نظر تحقیق کا بنیادی ماخذ ہے۔ اس میں اقبال نے اسلامی فکر کی تشکیلِ نو، مذہب اور جدید علم کے تعلق اور اسلامی قانون میں حرکت کے اصول پر بحث کی ہے۔ بالخصوص The Principle of Movement in the Structure of Islam کے عنوان سے پیش کردہ خطبے میں اجتہاد کو اسلامی قانون کی حرکی قوت قرار دیتے ہوئے اس کے انفرادی، اجتماعی اور ادارہ جاتی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے[1]۔ زیرِ نظر تحقیق میں اس خطبے کا بنیادی اور تنقیدی مطالعہ کیا جائے گا۔ علامہ اقبال کے تصورِ اجتہاد، اس کے دائرۂ کار، مجتہد کی اہلیت اور اجتہاد کے طریقۂ کار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تحقیق اقبال کے اجتہادی نظریے کو سمجھنے کے لیے اہم ہے، تاہم زیرِ نظر تحقیق اس بحث کو مسلمانوں کی تاریخی اجتہادی روایت اور معاصر دینی مسائل کے تناظر میں مزید وسعت دے گی[2] اقبال کے فلسفۂ اجتہاد، قرآن و سنت کی بنیاد پر جدید مسائل کے حل، اجتہادی آزادی اور اسلامی معاشرے کی فکری تجدید کے تصورات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ اقبال کے نظریاتی موقف کو سمجھنے میں معاون ہے[3] تاہم زیرِ نظر تحقیق میں ان کے تصورِ اجتہاد کو تاریخی فقہی روایت کے ساتھ تقابلی انداز میں پرکھا جائے گا۔ اس تحقیق میں برصغیر میں اجتماعی اجتہاد کے رجحان اور اس کے فروغ میں علامہ اقبال سمیت مختلف اہلِ علم کے

---

[1] Iqbal, Muhammad. The Reconstruction of Religious Thought in Islam. Oxford: Oxford University Press, 1934.

[2] Yousuf, Farida. "علامہ محمد اقبال اور اجتہاد." Journal of Research (Urdu) 22, no. 1 (2020): 205–232

[3] Yasmeen, Robina, Shahzad Khan, and Salma. "An Analysis of Iqbal's Philosophy of Ijtihad." Acta Islamica 10, no. 1 (2022): 108–117

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

کردار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف نے اجتماعی اجتہاد کی اہمیت اور اس کے امکانات کو واضح کیا ہے[4]۔ زیرِ نظر تحقیق میں اجتماعی اجتہاد کے اس پہلو کو اقبال کے بنیادی خطبے اور اسلامی اجتہادی روایت کے وسیع تر تناظر میں جانچا جائے گا۔ اس مقالے میں بیسویں صدی میں اجتماعی اجتہاد کے تصور کے ارتقاء مسلم اہلِ علم کے مابین اس کی شرعی حیثیت اور جدید فقہی اداروں میں اس کے عملی کردار کا مطالعہ کیا گیا ہے[5]۔ یہ تحقیق اجتماعی اجتہاد کے جدید نظریاتی و ادارہ جاتی پس منظر کو سمجھنے کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ اس مقالے میں اجتماعی اجتہاد کے تاریخی پس منظر اس کے مختلف طریقوں اور مجلس اہل حل وعقد کو اجتماعی اجتہاد کے ایک ممکنہ ادارہ جاتی پلیٹ فارم کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ اقبال کے اجتماعی اجتہاد کے تصور کو سمجھنے اور اس کے ادارہ جاتی امکانات کا جائزہ لینے میں معاون ثابت ہو گا۔

6۔ تحقیقی طریقۂ کار(Research Methodology)

زیرِ نظر تحقیق کی نوعیت بنیادی طور پر معیاری(Qualitative) ، توصیفی(Descriptive) ، تاریخی(Historical) ، تجزیاتی (Analytical) اور تقابلی (Comparative)ہو گی۔ اس تحقیق میں بنیادی اور ثانوی مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کے تصورِ اجتہاد کا علمی و تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔

بنیادی مصادر(Primary Sources)

تحقیق کے بنیادی مصادر میں درج ذیل سے استفادہ کیا جائے گا:

- قرآن مجید اور مستند کتبِ حدیث۔
- اصولِ فقہ اور فقہی روایت کی بنیادی کتب۔
- علامہ اقبال کی کتاب The Reconstruction of Religious Thought in Islam، بالخصوص خطبہ The Principle of Movement in the Structure of Islam
- اقبال کے متعلقہ خطوط، مضامین، تقاریر اور دیگر تحریری آثار
- اجتہاد اور اسلامی قانون سے متعلق قدیم و جدید بنیادی علمی مصادر

ثانوی مصادر(Secondary Sources)

ثانوی مصادر میں اقبال شناسی، اسلامی فقہ، اصولِ اجتہاد، اجتماعی اجتہاد اور اسلامی قانون کی تشکیلِ نو سے متعلق مستند تحقیقی کتب، جامعات کے تحقیقی مقالات، علمی جرائد، پی ایچ ڈی و ایم فل کے مقالات اور مستند تحقیقی ویب سائٹس سے استفادہ کیا جائے گا۔

تجزیاتی منہج(Analytical Method)

اس طریقۂ کار کے تحت علامہ اقبال کے خطبۂ اجتہاد کے بنیادی تصورات، دلائل، فکری مقدمات اور نتائج کا تجزیہ کیا جائے گا۔ بالخصوص اجتہاد کی ضرورت، اجتہادی اختیار، فقہی روایت اور اجتماعی اجتہاد کے حوالے سے ان کے موقف کا جائزہ لیا جائے گا۔

---

[4] Nawaz, Haq. "برصغیر میں فقہ اسلامی کے اجتماعی اجتہاد کے رجحان کا تجزیاتی مطالعہ." مجلہ اسلامی فکر و تہذیب 4, no. 1 (2024): 49–68

[5] Makhlouf, Ahmed Gad. "Evolution of Islamic Law in the 20th Century: The Conception of Collective Ijtihād in the Debate Between Muslim Scholars." Oxford Journal of Law and Religion 9, no. 1 (2020): 157–178

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

تقابلی منہج (Comparative Method)

اقبال کے تصورِ اجتہاد کا کلاسیکی فقہی روایت اور معاصر مسلم اہلِ علم کے اجتہادی تصورات کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے گا تاکہ ان کے نظریے کے مشترک اور امتیازی پہلوؤں کی نشاندہی کی جا سکے۔

علامہ محمد اقبال کے تصورِ اجتہاد کا مطالعہ: خطبۂ اجتہاد کے فکری و اصولی عناصر

اسلامی تاریخ میں اجتہاد کو ہمیشہ ایک اہم علمی اور شرعی حیثیت حاصل رہی ہے۔ قرآن و سنت میں جن مسائل کے واضح احکام موجود ہیں، ان کی پابندی ضروری ہے، لیکن انسانی زندگی میں ہر دور کے ساتھ نئے حالات اور مسائل بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ تجارت، معیشت، سیاست، معاشرت، تعلیم اور ٹیکنالوجی کے میدان میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کے حل کے لیے اسلامی اصولوں کی روشنی میں غور و فکر اور شرعی رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اجتہاد کا دروازہ موجود ہے۔ برصغیر کے معروف مفکر اور شاعر علامہ محمد اقبال نے اپنے مشہور خطبے The Principle of Movement in the Structure of Islam میں اجتہاد کو اسلامی فکر اور قانون میں حرکت و ترقی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے

اقبال کے نزدیک اجتہاد کا مفہوم

علامہ اقبال نے اجتہاد کے لغوی معنی کوشش اور جدوجہد کے بیان کیے ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد کسی شرعی مسئلے کا حکم معلوم کرنے کے لیے اپنی علمی اور عقلی صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنا ہے۔ اقبال کے الفاظ میں Ijtihad literally means to exert. یعنی اجتہاد کا مطلب پوری کوشش کرنا ہے۔ اسلامی قانون کی اصطلاح میں اس سے مراد کسی قانونی یا شرعی مسئلے کے بارے میں آزادانہ علمی رائے قائم کرنے کی کوشش ہے۔ اقبال کے نزدیک اجتہاد محض پہلے سے موجود فقہی آراء کو دہرانے کا نام نہیں، بلکہ قرآن و سنت اور اسلامی قانون کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کا نام ہے۔ اس لیے وہ اجتہاد کو اسلام کے نظام میں حرکت اور زندگی پیدا کرنے والا اصول قرار دیتے ہیں[6]

اقبال نے اپنی گفتگو میں اجتہاد کے تین درجے بیان کیے ہیں:

1. **اجتہادِ مطلق**: ایسا اجتہاد جس میں مجتہد براہِ راست بنیادی شرعی دلائل سے احکام اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
2. **اجتہادِ منتسب**: کسی خاص فقہی مکتبِ فکر کے اصولوں اور حدود میں رہتے ہوئے اجتہاد کرنا۔
3. **اجتہادِ جزوی**: کسی خاص مسئلے یا ایسے معاملے میں اجتہاد کرنا جس کے بارے میں فقہی ائمہ نے کوئی واضح فیصلہ نہ دیا ہو۔

اقبال نے اپنے خطبے میں خاص طور پر اجتہادِ مطلق پر گفتگو کی ہے۔ ان کے نزدیک یہ بات درست نہیں کہ اجتہادِ مطلق صرف فقہی مذاہب کے بانی ائمہ تک محدود ہو اور بعد کے زمانے میں کسی اہلِ علم کے لیے اس کا امکان باقی نہ رہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر دور میں ایسے اہلِ علم پیدا ہو سکتے ہیں جو مکمل علمی صلاحیت رکھتے ہوں اور نئے مسائل کا حل تلاش کر سکیں[7]

---

[6] Iqbal, Muhammad. The Reconstruction of Religious Thought in Islam. London: Oxford University Press, 1934، بالخصوص خطبہ ششم، صفحات 139–170

[7] ایضا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

اجتہاد کو اسلام کا اصولِ حرکت قرار دینا

اقبال کے تصورِ اجتہاد کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ وہ اسے اسلام کا اصولِ حرکت (Principle of Movement) قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی ہمیشہ ایک ہی حالت میں نہیں رہتی۔ انسان کے معاشرتی حالات، معاشی ضروریات، سیاسی نظام اور تہذیبی معاملات میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اگر کسی معاشرے میں غور و فکر اور نئے حالات کے مطابق مسائل حل کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو وہ معاشرہ ترقی کی رفتار کھو دیتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اسلام نے ایک طرف ایسے بنیادی اور دائمی اصول دیے ہیں جو انسانی زندگی کی رہنمائی کرتے ہیں، جبکہ دوسری طرف انسان کو یہ صلاحیت بھی دی ہے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات میں ان اصولوں کی روشنی سے فائدہ اٹھائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسلام کو دو باتوں میں توازن قائم کرنا چاہیے: ایک دائمی اصولوں کی پابندی اور دوسری زندگی میں آنے والی تبدیلیوں کو قبول کرنا۔ اگر دائمی اصولوں کو اس معنی میں لیا جائے کہ زندگی میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش ہی نہیں تو اس سے انسانی زندگی کی فطری حرکت رک جاتی ہے۔ اقبال کے نزدیک قرآن کا تصورِ کائنات جامد نہیں بلکہ متحرک ہے۔ اسی لیے وہ اجتہاد کو اسلامی معاشرے میں فکری اور قانونی ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فریدہ یوسف نے اپنے تحقیقی مقالے علامہ محمد اقبال اور اجتہاد میں بھی واضح کیا ہے کہ اقبال کے نزدیک اجتہاد اسلامی فکر کی تجدید اور جدید دور کے مسائل کے حل کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ انہوں نے اپنے مقالے میں اجتہاد کے دائرۂ کار، مجتہد کی اہلیت اور اجتہاد کے طریقوں پر گفتگو کی ہے[8]

اجتہاد اور قرآن مجید کا تعلق

اقبال کے نزدیک قرآن مجید اسلامی قانون کا بنیادی اور پہلا ماخذ ہے۔ وہ قرآن کو صرف قوانین کی ایک کتاب قرار نہیں دیتے بلکہ اسے انسان کی اخلاقی، روحانی اور اجتماعی زندگی کی رہنمائی کرنے والی کتاب سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق قرآن مجید نے انسانی زندگی کے لیے بنیادی اصول اور بعض واضح قانونی احکام بیان کیے ہیں، لیکن ہر آنے والے زمانے کے ہر نئے مسئلے کی تفصیل الگ الگ بیان نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے بنیادی اصولوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے نئے حالات میں مسائل کا حل تلاش کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اقبال کے نزدیک قرآن کے قانونی اصول وسیع اور جامع ہیں۔ ابتدائی فقہاء نے انہی اصولوں کی روشنی میں مختلف فقہی نظام تشکیل دیے۔ لیکن ان فقہی نظاموں کو آخری اور ناقابلِ تبدیلی تعبیر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ خود ان کے بانی ائمہ نے بھی اپنی آراء کو ہر زمانے کے لیے آخری فیصلہ قرار نہیں دیا تھا۔ اقبال کا کہنا ہے کہ ہر نسل کو اپنے دور کے حالات اور تجربات کی روشنی میں مسائل حل کرنے کا موقع ملنا چاہیے، البتہ اسے اپنے سابقہ علمی ورثے سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ اس طرح علمی روایت بھی برقرار رہتی ہے اور نئے مسائل کے حل کا راستہ بھی کھلا رہتا ہے۔ یہاں ایک بات سمجھنا ضروری ہے کہ اقبال قرآن کے واضح اور قطعی احکام کو انسانی رائے کے ذریعے ختم کرنے کی بات نہیں کر رہے۔ ان کی اصل توجہ قرآن کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں نئے مسائل کو سمجھنے اور ان کے مناسب حل تک پہنچنے پر ہے۔

اجتہاد اور سنتِ نبوی ﷺ کی اہمیت

اقبال قرآن مجید کے بعد سنتِ نبوی ﷺ کو اسلامی قانون کا دوسرا اہم ماخذ قرار دیتے ہیں۔ تاہم وہ احادیث کے مطالعے میں ایک علمی فرق ملحوظ رکھنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ ان کے مطابق احادیث میں بعض ایسی روایات ہیں جن کا تعلق براہِ راست قانونی اور شرعی احکام سے ہے، جبکہ بعض روایات کا تعلق دوسرے دینی، اخلاقی اور معاشرتی پہلوؤں سے ہے۔ اس لیے قانونی مسائل میں احادیث سے استدلال کرتے وقت ان کی نوعیت، مقصد اور پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے۔ اقبال شاہ ولی اللہ دہلوی کی اس بحث سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مخصوص معاشرے میں رہنمائی فرمائی، جہاں بعض پہلے سے موجود معاشرتی طریقوں کو برقرار رکھا گیا اور بعض میں اصلاح کی گئی۔ اقبال کے نزدیک اس بات کا مطالعہ ضروری ہے کہ کسی عمل کی منظوری کس مقصد کے تحت دی گئی تھی اور اس کا حکم کس نوعیت کا تھا۔ وہ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ احادیث

---

[8] فریدہ یوسف، ”علامہ محمد اقبال اور اجتہاد جرنل آف ریسرچ (اردو) 22232–205، 2012، شمارہ 1

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

کے مجموعی ذخیرے کو بلاامتیاز رد کرنا درست نہیں۔ محدثین نے روایات کی حفاظت اور ان کی تحقیق کے لیے بہت اہم خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے نزدیک سنت کے ذخیرے کا سنجیدہ مطالعہ قرآن کے قانونی اصولوں کی عملی حکمت سمجھنے میں مدد دیتا ہے

اجماع کو اجتماعی اجتہاد کی بنیاد بنانا

اقبال کے خطبۂ اجتہاد کا ایک اہم اور منفرد پہلو اجماع کے تصور کی جدید تشریح ہے۔ اجماع اسلامی فقہ کا ایک اہم ماخذ ہے۔ اقبال کے نزدیک ابتدائی اسلامی دور میں اجماع کی اہمیت تسلیم کی گئی، لیکن بعد کے زمانوں میں اسے کسی مستقل اجتماعی ادارے کی صورت میں زیادہ ترقی نہیں دی گئی۔ اقبال کے خیال میں ماضی میں اجتہاد زیادہ تر انفرادی مجتہدین کے ذریعے ہوتا رہا، لیکن جدید دور میں اجتماعی مسائل کی نوعیت زیادہ پیچیدہ ہو چکی ہے۔ اب ایسے مسائل سامنے آتے ہیں جن کا تعلق صرف فقہ سے نہیں بلکہ معیشت، سیاست، قانون، طب، معاشرت اور دیگر علوم سے بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اقبال تجویز کرتے ہیں کہ اجتہاد کا اختیار صرف انفرادی فقہاء تک محدود رکھنے کے بجائے ایک مسلمان قانون ساز مجلس (Muslim Legislative Assembly) کو بھی دیا جائے۔ اس مجلس میں علماء کے ساتھ ایسے اہل علم اور ماہرین بھی شامل ہوں جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کا تجربہ اور علم رکھتے ہوں۔ ان کے نزدیک اس طریقے سے قانون سازی کے دوران مختلف علمی اور عملی پہلو سامنے آئیں گے اور اجتماعی مشاورت کے ذریعے بہتر فیصلے کیے جا سکیں گے [9] اقبال اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ اگر جدید قانون ساز مجلس میں ایسے لوگ شامل ہوں جنہیں اسلامی قانون کی گہری سمجھ نہ ہو تو وہ شرعی احکام کی تشریح میں غلطیاں کر سکتے ہیں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے وہ علماء کو قانون ساز مجلس کا ایک اہم اور بنیادی حصہ بنانے کی تجویز دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک علماء کو قانونی معاملات میں رہنمائی اور مشاورت کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اقبال صرف علماء اور فقہاء کے علم پر انحصار کرنے کے بجائے جدید قانونی تعلیم کو بھی بہتر بنانے پر زور دیتے ہیں۔ ان کے مطابق اسلامی علوم کے ساتھ جدید قانون اور معاشرتی علوم کا مطالعہ بھی ضروری ہے تاکہ اجتماعی اجتہاد میں علمی غلطیوں کے امکانات کم کیے جا سکیں [10]

قیاس اور عقل کے استعمال کی اہمیت

اقبال نے اسلامی قانون کے چوتھے بنیادی ماخذ قیاس پر بھی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ قیاس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نئے مسئلے کا حکم معلوم کرنے کے لیے قرآن و سنت میں موجود کسی سابقہ حکم کی مشترک علت اور شرعی اصول کو سامنے رکھا جائے۔ اقبال کے نزدیک قیاس محض پرانے واقعات کی نقل کرنے کا نام نہیں بلکہ نئے حالات کو سمجھتے ہوئے شرعی اصولوں کا درست اطلاق کرنے کا طریقہ ہے۔ وہ امام ابو حنیفہؒ کے فقہی طریقۂ کار کو اس حوالے سے اہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے نئے معاشرتی اور عملی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہی مسائل کے حل میں عقلی غور و فکر سے کام لیا۔ اقبال کے نزدیک قیاس کو درست طور پر سمجھا اور استعمال کیا جائے تو یہ اجتہاد ہی کی ایک اہم صورت بن جاتا ہے۔ ان کے نزدیک عقل کا استعمال ضروری ہے، لیکن یہ استعمال وحی کی رہنمائی اور اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر ہونا چاہیے۔ اس لیے عقل اور وحی ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ درست اجتہاد میں ایک دوسرے کی معاون ہیں

تقلیدِ جامد کی مخالفت اور فکری آزادی

اقبال کے تصورِ اجتہاد کا ایک بنیادی عنصر فکری آزادی ہے۔ وہ ایسی تقلید کے مخالف ہیں جس میں انسان کسی سابقہ عالم یا فقہی امام کی رائے کو سمجھے بغیر ہمیشہ کے لیے آخری فیصلہ سمجھ لے اور نئے مسائل پر غور و فکر کرنا چھوڑ دے۔ اقبال فقہی ائمہ کی علمی خدمات کا انکار نہیں کرتے بلکہ ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا اعتراض اس رویے پر ہے جس

---

[9] Iqbal, Muhammad. The Reconstruction of Religious Thought in Islam. London: Oxford University Press, 1934، بالخصوص خطبہ ششم، صفحات 139–170

[10] Iqbal 1934, 168–69

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

میں ائمہ کی آراء کو اس طرح حتمی سمجھ لیا جائے کہ بعد کے اہل علم کے لیے تحقیق اور اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ فقہی مذاہب کے بانی ائمہ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ان کی تمام آراء اور تشریحات ہر زمانے کے لیے آخری ہیں۔ لہٰذا بعد کی نسلوں کو بھی اپنے مسائل حل کرنے کے لیے علمی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ اقبال کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا تصور درست نہیں۔ وہ اسے علمی جمود اور فکری سستی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں سابقہ علمی ورثے سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے، لیکن اس ورثے کو نئے علمی سوالات کے سامنے تحقیق سے بالاتر قرار نہیں دینا چاہیے

اجتہاد کے لیے علمی اہلیت اور جدید علوم سے واقفیت

اقبال کے نزدیک اجتہاد ایک سنجیدہ علمی ذمہ داری ہے۔ ہر شخص صرف اپنی ذاتی رائے یا خواہش کی بنیاد پر شرعی احکام میں تبدیلی یا نئی تشریح نہیں کر سکتا۔ اجتہاد کے لیے ضروری ہے کہ انسان قرآن و سنت، اسلامی قانون، فقہی اصولوں اور سابقہ علمی مباحث سے واقف ہو۔ اس کے ساتھ اسے اپنے دور کے معاشرتی، سیاسی، معاشی اور قانونی حالات کو سمجھنے کی صلاحیت بھی حاصل ہو۔ اقبال جدید قانون اور معاشرتی علوم کی تعلیم کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف قدیم فقہی مباحث کا مطالعہ کافی نہیں، بلکہ جدید دور کے مسائل کو سمجھنے کے لیے جدید علمی تحقیقات سے بھی فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جب علماء اسلامی علوم کے ساتھ جدید قانونی اور معاشرتی علوم سے بھی واقف ہوں گے تو وہ زیادہ بہتر انداز میں اجتہادی مسائل کا جائزہ لے سکیں گے۔ اسی لیے وہ اسلامی قانون کی تعلیم کے موجودہ نظام میں اصلاح اور اس کے دائرے کو وسیع کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں

اجتہاد اور انسانی معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات

اقبال کا خیال ہے کہ انسانی معاشرہ مسلسل تبدیلی سے گزر رہا ہے۔ ایک زمانے میں جو مسائل موجود تھے، ضروری نہیں کہ وہی مسائل آنے والی نسلوں کو بھی درپیش ہوں۔ اسی طرح نئے دور میں ایسے معاملات سامنے آتے ہیں جن کا سابقہ زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً:

- جدید بینکاری اور اسلامی مالیاتی نظام
- ڈیجیٹل کرنسی اور آن لائن کاروبار
- مصنوعی ذہانت اور جدید ٹیکنالوجی
- جدید طبی طریقۂ علاج اور حیاتیاتی تحقیق
- جدید سیاسی اور قانونی ادارے
- بین الاقوامی تجارت اور معاشی معاہدے

ان مسائل کے حل کے لیے اسلامی اصولوں کی روشنی میں تحقیق کی ضرورت ہے۔ اقبال کا بنیادی پیغام یہی ہے کہ مسلمان ہر دور کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے علمی کوشش جاری رکھیں۔ یہاں یہ بات اہم ہے کہ مذکورہ جدید مسائل اقبال کے خطبے میں بطور مثال موجود نہیں، بلکہ ان کے پیش کردہ اصولِ اجتہاد کا موجودہ دور میں اطلاق ہیں۔ محمد عمار خان ناصر اپنے مقالے "شریعت، مقاصد شریعت اور اجتہاد" میں بھی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اجتہاد کا بنیادی مقصد قرآن و سنت کی ہدایت کو عملی حالات پر منطبق کرنا اور بدلتے ہوئے معاشرتی حالات کے ساتھ اس کا تعلق قائم رکھنا ہے۔ ان کے نزدیک اجتہاد میں نصوص کے فہم کے ساتھ پیش آمدہ مسئلے کی نوعیت کو سمجھنا بھی ضروری ہے [11]

[11] الشریعہ، دسمبر 2007 "۔ محمد عمار خان ناصر، "شریعت، مقاصد شریعت اور اجتہاد،

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

اقبال کے تصورِ اجتہاد کے بنیادی فکری و اصولی عناصر

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں اقبال کے تصورِ اجتہاد کے بنیادی عناصر درج ذیل ہیں:

بنیادی عنصر	مختصر وضاحت
قرآن کی مرکزیت	قرآن کو اسلامی قانون کا بنیادی ماخذ ماننا۔
سنت کی رہنمائی	سنتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں شرعی مسائل کو سمجھنا۔
عقل و فکر کا استعمال	نئے مسائل کے حل کے لیے علمی اور عقلی کوشش کرنا۔
فکری آزادی	اندھی تقلید اور غیر ضروری جمود سے بچنا۔
اجتہاد کا تسلسل	ہر دور میں اہل علم کے لیے اجتہاد کی گنجائش برقرار رکھنا۔
اجتماعی اجتہاد	اجتماعی مسائل کے حل کے لیے قانون ساز مجلس کا قیام۔
اجماع کی اہمیت	اجتماعی مشاورت اور اہل علم کی مشترکہ رائے سے فائدہ اٹھانا۔
قیاس کا استعمال	نئے مسائل کو سابقہ شرعی اصولوں پر پرکھنا۔
جدید علوم سے واقفیت	جدید قانون، معیشت اور معاشرتی علوم کا مطالعہ کرنا۔
ثبات و تغیر میں توازن	اسلامی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے نئے حالات میں ان کا اطلاق کرنا۔

ان عناصر کی بنیاد پر اقبال نے قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کے الگ الگ مباحث اور ان کی اجتماعی قانون سازی سے متعلق تجاویز دی ہیں

اقبال کے نزدیک اجتماعی اجتہاد کی اہمیت، ضرورت اور ادارہ جاتی تشکیل کے بنیادی اصول

علامہ محمد اقبال کے تصورِ اجتہاد میں اجتماعی اجتہاد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک جدید دور کے مسائل پہلے زمانوں کی نسبت زیادہ پیچیدہ اور وسیع ہو چکے ہیں۔ اب انسانی زندگی کے مسائل صرف عبادات اور انفرادی معاملات تک محدود نہیں رہے بلکہ ان کا تعلق معیشت، سیاست، قانون، تجارت، تعلیم، طب اور جدید ٹیکنالوجی سے بھی ہے۔ ان مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے صرف ایک فرد کا علم بعض اوقات کافی نہیں ہوتا، بلکہ مختلف علوم کے ماہرین کو مل کر غور و فکر کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اقبال کے نزدیک اجتماعی اجتہاد کی اہمیت

انفرادی رائے کی محدودیت: اقبال کے نزدیک جدید دور کے مسائل کی نوعیت ایسی ہے کہ بعض اوقات ایک فرد کے لیے ان کے تمام پہلوؤں کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے علم اور تجربے کے مطابق کسی مسئلے کا ایک پہلو بہتر سمجھ سکتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ اسے اس مسئلے کے تمام معاشرتی، معاشی اور قانونی اثرات کا مکمل علم بھی ہو۔ مثلاً جدید مالیاتی نظام میں کوئی نیا معاہدہ سامنے آتا ہے۔ اس کے شرعی حکم کے تعین کے لیے صرف اس کا نام جاننا کافی نہیں۔ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اس میں رقم کیسے منتقل ہوتی ہے، منافع کیسے حاصل کیا جاتا ہے، نقصان کس کے ذمے ہوتا ہے اور معاہدے میں فریقین کے حقوق کیا ہیں۔ اس لیے اجتماعی اجتہاد میں مختلف ماہرین کی شمولیت

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

ضروری ہے۔اس سے کسی ایک فرد کی علمی محدودیت کم ہوتی ہے اور مسئلے کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔اقبال کی قانون ساز مجلس کی تجویز بھی اسی ضرورت سے تعلق رکھتی ہے کہ اجتماعی زندگی کے معاملات میں ایک فرد کے بجائے ایک اہل اور منظم مجلس غور و فکر کرے[12]

جدید مسائل کا بہتر حل: اجتماعی اجتہاد کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ جدید مسائل کو ان کے اصل پس منظر میں سمجھا جاسکے۔آج کے دور میں ڈیجیٹل بینکاری، آن لائن تجارت، مصنوعی ذہانت، جدید طبی علاج، بیمہ، اسلامی سرمایہ کاری اور بین الاقوامی مالیاتی معاہدے جیسے مسائل سامنے آرہے ہیں۔ان مسائل میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے متعلقہ شعبے کے ماہرین سے معلومات لیناضروری ہے۔اقبال کے تصور کے مطابق ایسی مجلس میں علماء کے ساتھ جدید علوم کے ماہرین کی شرکت سے قانون سازی زیادہ بہتر بنیادوں پر ہو سکتی ہے۔یہ بات ان کے اس بنیادی اصول سے بھی مطابقت رکھتی ہے کہ اسلامی فکر کو اپنے زمانے کے مسائل سے باخبر رہنا چاہیے۔

اختلافات میں کمی اور مشترکہ رائے: اجتماعی اجتہاد کی ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ مختلف انفرادی آراء کے درمیان علمی تبادلہ خیال ہو۔جب ایک ہی مسئلے پر مختلف علماء الگ الگ فیصلے پیش کرتے ہیں تو عام لوگوں کے لیے درست رہنمائی حاصل کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔اجتماعی اجتہاد میں تمام متعلقہ آراء کو سامنے رکھ کر ان کے دلائل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔اس سے کسی ایک رائے کو بلا تحقیق قبول کرنے کے بجائے دلیل اور مشاورت کی بنیاد پر بہتر فیصلہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔البتہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اجتماعی اجتہاد کا مطلب ہر مسئلے میں اختلاف کا مکمل خاتمہ نہیں ہے۔بعض شرعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش باقی رہ سکتی ہے۔اس کا مقصد اختلاف کو علمی، منظم اور دلیل کے تابع رکھنا ہے۔مولانا ابو عمار زاہد الراشدی نے اپنے مضمون "اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اور اس کے تقاضے" میں واضح کیا ہے کہ اجتہاد کے لیے شرعی ماخذ اور اس مسئلے کے عملی حالات دونوں کا علم ضروری ہے۔ان کے مطابق علماء کو شرعی علوم اور جدید ماہرین کو متعلقہ عملی شعبوں کا علم حاصل ہوتا ہے،اس لیے دونوں کو ایک دوسرے کے تعاون سے کام کرنا چاہیے[13]

امت کے اجتماعی مفاد کا تحفظ: اقبال کے نزدیک اجتماعی اجتہاد صرف کسی ایک فرد یا گروہ کی ضرورت پوری کرنے کا نام نہیں،بلکہ اس کا تعلق پوری مسلم امت کے اجتماعی مفاد سے ہے۔جب کسی مسئلے کا تعلق لاکھوں انسانوں کی زندگی، معیشت یا معاشرت سے ہو تو اس کے فیصلے میں وسیع مشاورت کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح قانون سازی میں صرف محدود طبقے کے مفادات کے بجائے عام لوگوں کی ضروریات اور اجتماعی بھلائی کو بھی سامنے رکھا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اقبال نے اجماع کو جدید دور میں ایک منظم اور مؤثر ادارے کے ذریعے عملی شکل دینے کی تجویز پیش کی ہے[14]

3۔اقبال کے نزدیک اجتماعی اجتہاد کی ضرورت

اقبال نے اپنے خطبے میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت کو خاص طور پر اجماع کے موضوع کے ساتھ جوڑا ہے۔ان کے نزدیک اجماع اسلامی قانون کا ایک اہم ماخذ ہے،لیکن اسلامی تاریخ میں اسے مستقل قانون ساز ادارے کی صورت میں زیادہ ترقی نہیں دی گئی۔وہ اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ اجماع جیسے اہم اصول پر علمی بحث تو بہت ہوئی، لیکن مسلم ممالک میں اسے ایک مستقل ادارے کی شکل کم ہی دی گئی۔اقبال کے خیال میں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعد کے حکمرانوں کے سیاسی مفادات اجتماعی قانون ساز مجلس کے قیام میں رکاوٹ بنتے رہے۔انہیں خدشہ تھا کہ ایک بااختیار اجتماعی مجلس ان کے اختیارات پر اثرانداز ہو سکتی ہے۔اقبال لکھتے ہیں کہ اجتہاد کا اختیار انفرادی فقہاء سے ایک مسلمان قانون ساز مجلس کو منتقل کرنے سے ایسے اہل علم اور تجربہ کار لوگوں کی آراء بھی قانونی بحث میں شامل ہو سکیں گی جو عملی معاملات کی گہری سمجھ رکھتے

---

[12] Iqbal, Reconstruction, 167–69

[13] الشریعہ، جولائی 1996 "زاہد الراشدی، "اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اور اس کے تقاضے،

[14] Iqbal, Reconstruction, 167–68

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

ہیں۔ان کے نزدیک جدید زمانے میں مختلف فقہی گروہوں کی موجودگی کے باعث اجماع کو عملی شکل دینے کا ایک مناسب طریقہ یہی ہے[15] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے نزدیک اجتماعی اجتہاد کی ضرورت صرف نئے مسائل کے حل تک محدود نہیں، بلکہ اسلامی قانون سازی کو ایک منظم، مشاورتی اور اجتماعی نظام کے تحت چلانا بھی اس کا اہم مقصد ہے۔اقبال کے تصور میں قانون سازی کسی ایک حکمران یا فرد کی ذاتی خواہش کے تابع نہیں ہونی چاہیے۔اجتماعی مشاورت کے ذریعے قانون سازی میں مختلف علمی اور معاشرتی پہلو سامنے آسکتے ہیں۔وہ اجماع کو ایک مستقل ادارے کی شکل دینے کی حمایت کرتے ہیں تاکہ قانون سازی کا عمل کسی ایک فرد کے بجائے اجتماعی علمی رائے اور مشاورت کی بنیاد پر آگے بڑھے۔اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ہر ملک اور معاشرے کے اپنے حالات اور مسائل ہوتے ہیں۔کسی ملک میں معاشی مسائل زیادہ اہم ہوسکتے ہیں، جبکہ کسی دوسرے ملک میں تعلیمی، سیاسی یا معاشرتی مسائل زیادہ توجہ چاہتے ہیں۔اجتماعی اجتہاد کے ادارے کو چاہیے کہ وہ اپنے معاشرے کے حقیقی حالات کا مطالعہ کرے اور قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے حل پیش کرے جو شرعی اصولوں اور عوامی ضروریات دونوں سے مطابقت رکھتے ہوں۔اقبال نے جدید قانون ساز مجلس کو اجتہاد کا اختیار دینے کی تجویز پیش کی۔ان کے نزدیک اس طریقے سے جدید قانون سازی اور اسلامی اصولوں کے درمیان تعلق قائم کیا جاسکتا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر پارلیمانی فیصلہ خود بخود شرعی اجتہاد بن جائے گا، بلکہ اس کے لیے شرعی علم، علمی تحقیق، مشاورت اور متعلقہ ماہرین کی شرکت ضروری ہے۔

اجتماعی اجتہاد کے ادارے کے بنیادی اصول

اقبال کے خطبۂ اجتہاد اور اس پر ہونے والی جدید علمی تحقیقات کی روشنی میں اجتماعی اجتہاد کے ادارے کے لیے درج ذیل بنیادی اصول سامنے آتے ہیں۔

پہلا اصول: قرآن وسنت کی بنیادی رہنمائی

اجتماعی اجتہاد کا ادارہ قرآن وسنت کو بنیادی رہنمائی کا ذریعہ سمجھے۔اس کا کام شرعی احکام کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرنا نہیں بلکہ ان کی روشنی میں نئے مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔اقبال بھی اپنے خطبے میں واضح کرتے ہیں کہ اجماع کو قرآن کے احکام کو منسوخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔اس لیے اجتماعی اجتہاد کی حدود کا تعین شرعی اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے

دوسرا اصول: اہل علم کی نمائندگی

ادارے میں ایسے علماء اور فقہاء شامل ہونے چاہییں جو قرآن، حدیث، اصولِ فقہ اور اسلامی قانون پر مضبوط گرفت رکھتے ہوں۔اس کے ساتھ ان علماء کی بھی نمائندگی ہونی چاہیے جو مختلف فقہی مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔اس سے کسی ایک فقہی نقطۂ نظر کے غالب ہونے کے بجائے مختلف علمی آراء کو سامنے لانے کا موقع ملے گا۔

تیسرا اصول: متعلقہ شعبے کے ماہرین کی شرکت

ہر مسئلے پر بحث کرتے وقت متعلقہ شعبے کے ماہرین کو شامل کرنا ضروری ہے۔مثلاً اگر اسلامی بینکاری کا مسئلہ زیر بحث ہے تو اس میں اسلامی فقہ کے علماء کے ساتھ بینکاری اور معاشیات کے ماہرین بھی شریک ہوں۔اگر مسئلہ طبی نوعیت کا ہے تو مستند طبی ماہرین کی رائے بھی حاصل کی جائے۔یہ اصول اجتماعی اجتہاد کو صرف نظری بحث کے بجائے عملی مسائل کے حل کا ذریعہ بناتا ہے۔

چوتھا اصول: آزادانہ علمی بحث

اجتماعی اجتہاد کی مجلس میں ہر رکن کو اپنی علمی رائے پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔کسی شخص یا گروہ کے دباؤ میں آکر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔اقبال نے اپنی کتاب میں علمی آزادی کو بہت اہمیت دی ہے۔ان کے نزدیک سابقہ فقہی آراء سے رہنمائی ضرور حاصل کی جائے، لیکن انہیں اس طرح حتمی نہ سمجھا جائے کہ نئی تحقیق کی گنجائش ختم ہوجائے

[15] Iqbal, Reconstruction, 167–68

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

پانچواں اصول: اجتماعی مشاورت اور تحقیق

کسی اہم مسئلے پر فیصلہ کرنے سے پہلے مکمل تحقیق، متعلقہ ماہرین کی آراء، شرعی دلائل اور عملی نتائج کا جائزہ لیا جائے۔ اجتماعی مشاورت کا مقصد صرف اکثریت کی رائے معلوم کرنا نہیں بلکہ مضبوط دلائل کی بنیاد پر بہتر نتیجے تک پہنچنا ہونا چاہیے۔

چھٹا اصول: شفافیت اور جواب دہی

اجتماعی اجتہاد کا ادارہ اپنے فیصلوں کی وجوہات واضح کرے۔ جس مسئلے پر فیصلہ دیا جائے، اس کے دلائل اور متعلقہ شرعی اصول بھی بیان کیے جائیں۔ اس سے عوام اور علمی حلقوں کو یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ کسی مسئلے کے بارے میں مخصوص فیصلہ کیوں کیا گیا ہے۔ یہ شفافیت اور جواب دہی اقبال کی تجویز کردہ مجلس کو موجودہ دور میں بہتر انداز سے چلانے کے لیے ایک ضروری ادارہ جاتی اضافہ ہے۔

ساتواں اصول: فیصلوں میں اجتماعی مفاد

ادارے کو کسی خاص فرد، طبقے یا سیاسی گروہ کے مفاد کے بجائے اسلامی معاشرے کے مجموعی مفاد کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اس میں عدل، انسانی حقوق، معاشی انصاف، معاشرتی امن اور عوامی بھلائی جیسے پہلوؤں کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

آٹھواں اصول: علمی اختلاف کا احترام

اجتماعی اجتہاد کا مطلب یہ نہیں کہ تمام علماء ہر مسئلے پر لازماً ایک ہی رائے قائم کریں۔ بعض مسائل میں دلائل کی بنیاد پر مختلف آراء سامنے آسکتی ہیں۔

ادارے کو چاہیے کہ وہ اختلاف کو علمی انداز میں پیش کرے، دلائل کا جائزہ لے اور جہاں ممکن ہو ایک قابل عمل اجتماعی فیصلہ مرتب کرے۔

نواں اصول: فیصلوں پر نظر ثانی کی گنجائش

اگر کسی مسئلے کے متعلق نئی معلومات سامنے آئیں یا حالات میں ایسی تبدیلی پیدا ہو جو سابقہ فیصلے پر اثر انداز ہو سکتی ہو تو اس مسئلے کا دوبارہ جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ یہ اصول اسلامی قانون کے بنیادی احکام میں تبدیلی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اجتہادی اور تطبیقی فیصلوں کو بہتر بنانے کا راستہ فراہم کرتا ہے۔

عصرِ حاضر کے دینی، معاشرتی، معاشی اور تکنیکی مسائل کے حل میں اقبال کے تصورِ اجتہاد سے رہنمائی

علامہ محمد اقبال کے نزدیک اسلام صرف ماضی کے حالات کے لیے رہنمائی دینے والا دین نہیں بلکہ ہر دور کے انسانوں کی ضروریات اور مسائل کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ زمانہ بدلتا رہتا ہے، انسان کے رہن سہن، معاشرت، کاروبار، تعلیم اور ٹیکنالوجی کے طریقے تبدیل ہوتے رہتے ہیں اس لیے نئے حالات میں اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور ان کا درست اطلاق کرنے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ اقبال اسی عمل کو اجتہاد کی اہمیت سے جوڑتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک اجتہاد کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن و سنت کے احکام کو زمانے کے مطابق بدل دیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ ان کے نزدیک اسلام میں کچھ اصول مستقل ہیں لیکن ان اصولوں کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کے طریقوں میں حالات کے مطابق تبدیلی اور بہتری کی گنجائش موجود ہے اس تصور سے ایک بنیادی رہنمائی یہ ملتی ہے کہ نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے دینی اصولوں سے وابستہ رہتے ہوئے نئے حالات، سائنسی معلومات اور انسانی ضروریات کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کام میں صرف ایک فرد کی رائے کافی نہیں ہوتی؛ علماء، ماہرینِ معاشیات، قانون دانوں، سماجی علوم کے ماہرین اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کو مل کر غور کرنا چاہیے۔ اقبال نے اسی مقصد کے لیے اجتماعی اجتہاد اور مسلمانوں کی ایک بااختیار مجلسِ قانون ساز کا تصور پیش کیا تھا[16]

[16] Iqbal, Reconstruction, 167–69

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

دینی مسائل کے حل میں اقبال کے تصورِ اجتہاد سے رہنمائی

نئے دینی سوالات کا علمی جواب: آج مسلمانوں کو عبادات، معاملات، خاندانی زندگی، حلال و حرام، طبی سہولتوں اور جدید ذرائع ابلاغ سے متعلق بہت سے ایسے سوالات پیش آتے ہیں جن کی موجودہ شکل پہلے زمانوں میں موجود نہیں تھی۔ مثال کے طور پر آن لائن نکاح، ڈیجیٹل زکوۃ، آن لائن خرید و فروخت، مصنوعی ذہانت سے دینی سوالات کے جواب حاصل کرنا اور جدید طبی طریقۂ علاج سے متعلق شرعی مسائل۔ ان معاملات میں قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھ کر غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ اقبال کے تصور سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہر نئے مسئلے کو محض اس وجہ سے رد نہیں کرنا چاہیے کہ وہ پہلے زمانے میں موجود نہیں تھا۔ پہلے اس مسئلے کی حقیقت معلوم کی جائے، پھر قرآن و سنت، فقہی اصولوں اور شریعت کے مقاصد کی روشنی میں اس کا حکم متعین کیا جائے۔ اس طرح دین کی بنیادی تعلیمات بھی محفوظ رہتی ہیں اور لوگوں کو نئے حالات میں عملی رہنمائی بھی ملتی ہے [17] قرآن و **سنت کو بنیادی معیار بنانا:** اجتہاد کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی پسند یا زمانے کے دباؤ کے مطابق شرعی احکام بدل دے۔ اقبال کے نزدیک بھی اجتہاد قرآن و سنت کے دائرے میں رہ کر ہونا چاہیے۔ اس لیے کسی نئے مسئلے پر رائے قائم کرتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کا تعلق کسی واضح شرعی حکم سے تو نہیں، اور اگر اس کی صورت نئی ہے تو اس کے حل کے لیے کون سے شرعی اصول رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً جدید کاروبار میں منافع کمانا جائز ہے، لیکن دھوکا، سود، ناجائز فائدہ اٹھانا اور کسی کا مال ناحق کھانا جائز نہیں۔ اس لیے ڈیجیٹل کاروبار یا نئی مالی سہولت کا جائزہ صرف اس کے جدید ہونے کی بنیاد پر نہیں، بلکہ اس کے طریقۂ کار اور نتائج کی بنیاد پر لیا جائے گا۔ اقبال کے تصورِ اجتہاد کی اصل افادیت یہی ہے کہ اسلامی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے نئے حالات کا درست جائزہ لیا جائے

دینی اختلافات میں اعتدال: آج بعض دینی مسائل میں اختلافات شدت اختیار کر جاتے ہیں۔ اقبال کے اجتماعی اجتہاد کے تصور سے یہ سبق ملتا ہے کہ پیچیدہ مسائل پر ایک فرد یا ایک محدود حلقے کی رائے کو آخری فیصلہ سمجھنے کے بجائے اہلِ علم کو باہمی مشاورت کا موقع دیا جائے۔ اختلاف کی صورت میں دلائل، علمی گفتگو اور اجتماعی غور و فکر کے ذریعے بہتر رائے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ اجتماعی اجتہاد پر احمد گاد مخلوف کی تحقیق بتاتی ہے کہ جدید دور کے پیچیدہ مسائل نے فقہی اکیڈمیوں اور اجتماعی علمی اداروں کی ضرورت کو بڑھایا ہے۔ ان اداروں میں مختلف اہلِ علم کی شرکت سے مسئلے کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں اور انفرادی غلطی کا امکان کم ہو سکتا ہے [18]

معاشرتی مسائل کے حل میں رہنمائی

خاندان کے بدلتے ہوئے مسائل: موجودہ دور میں خاندان کو کئی مسائل کا سامنا ہے، مثلاً میاں بیوی کے حقوق، بچوں کی تربیت، طلاق کے معاملات، گھریلو تشدد، والدین کی دیکھ بھال اور سوشل میڈیا کے منفی اثرات۔ ان مسائل کا حل صرف قانونی کارروائی سے ممکن نہیں، بلکہ دینی تعلیم، اخلاقی تربیت، خاندانی مشاورت اور معاشرتی حالات کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ اقبال کے تصورِ اجتہاد سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ خاندانی مسائل کے حل میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو بنیادی حیثیت دی جائے، لیکن مسئلے کے عملی حالات کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر گھریلو تشدد کے معاملے میں صرف صبر کی تلقین کافی نہیں متاثرہ فرد کے تحفظ، قانونی مدد، خاندان کی اصلاح اور معاشرتی ذمہ داریوں کو بھی سامنے رکھنا ہو گا۔ اس طرح شرعی رہنمائی انسانی زندگی کے حقیقی مسائل سے جڑتی ہے۔

---

[17] Farida Yousuf, "علامہ محمد اقبال اور اجتہاد," Journal of Research (Urdu) 22, no. 1 [2012]: 205–32

[18] Ahmed Gad Makhlouf, "Evolution of Islamic Law in the 20th Century: The Conception of Collective Ijtihād in the Debate Between Muslim Scholars," Oxford Journal of Law and Religion 9, no. 1 [2020]: 157–78

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

نوجوانوں کی تربیت اور کردار سازی: آج نوجوان بے روزگاری، مایوسی، غیر ضروری مقابلے، سوشل میڈیا کے دباؤ، منشیات اور اخلاقی الجھنوں جیسے مسائل سے دوچار ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے صرف نصیحت کرنا کافی نہیں۔ نوجوانوں کو معیاری تعلیم، ہنر سیکھنے کے مواقع، روزگار، مثبت سرگرمیوں اور اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے کا موقع بھی دینا چاہیے۔ اقبال کا تصورِ اجتہاد ہمیں یہ سوچنے کی دعوت دیتا ہے کہ نوجوانوں کے مسائل کو ان کے موجودہ حالات کے مطابق سمجھا جائے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قابلِ عمل حل پیش کیے جائیں۔ قرآن کی تعلیمات میں علم، محنت، ذمہ داری، عدل اور انسانی عزت کو اہمیت حاصل ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں تعلیمی اداروں، دینی مراکز اور سماجی تنظیموں کو نوجوانوں کی عملی تربیت کے پروگرام ترتیب دینے چاہییں۔

عورتوں کے حقوق اور معاشرتی ذمہ داریاں: عصرِ حاضر میں خواتین کی تعلیم، ملازمت، وراثت، معاشی تحفظ اور خاندانی حقوق کے مسائل بھی اہم ہیں۔ ان معاملات میں نہ تو دینی تعلیمات کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی معاشرے میں رائج ہر رسم کو دین کا حکم سمجھا جا سکتا ہے۔ اجتہاد کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ شرعی اصولوں کی روشنی میں درست حکم اور معاشرتی رسم و رواج کے درمیان فرق واضح کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً وراثت میں عورت کو اس کا شرعی حصہ نہ دینا ایک معاشرتی ناانصافی ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے دینی رہنمائی کے ساتھ قانونی آگاہی، خاندانی سطح پر اصلاح اور مؤثر قانون نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ اقبال کے تصور سے یہ اصول اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی قانون کو انسانی عزت، عدل اور معاشرتی بھلائی کے لیے مؤثر انداز میں نافذ کیا جائے[19]

معاشی مسائل کے حل میں رہنمائی

اسلامی بینکاری اور جدید مالی معاملات: آج بینکاری اور کاروبار کے طریقے بہت بدل چکے ہیں۔ آن لائن بینکنگ، موبائل والٹس، ڈیجیٹل ادائیگیاں، کریڈٹ کارڈز، سرمایہ کاری کے نئے طریقے اور اسلامی مالیاتی مصنوعات عام ہو رہی ہیں۔ ان معاملات میں بنیادی سوال یہ ہے کہ کون سا طریقہ شرعی اصولوں کے مطابق ہے اور کون سا سود، دھوکے، غیر ضروری خطرے یا استحصال پر مبنی ہے؟ اقبال کے تصورِ اجتہاد کی روشنی میں ایسے معاملات کا فیصلہ صرف نام یا ظاہری شکل دیکھ کر نہیں کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر کسی مالیاتی پروڈکٹ کو اسلامی نام دے دینا کافی نہیں؛ اس کے معاہدے، منافع کے طریقے، خطرات کی تقسیم، جرمانوں اور صارف کے حقوق کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ اس کام میں فقہاء کے ساتھ بینکاری، معاشیات، قانون اور مالیاتی نظام کے ماہرین کی شرکت ضروری ہے۔ پاکستان کے اسلامی بینکاری نظام پر ہونے والی ایک تحقیقی تحقیق میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ اسلامی بینکوں میں شرعی نگرانی کا نظام کس طرح کام کرتا ہے اور اس میں مزید بہتری کی کیا گنجائش ہے۔ اس تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شرعی بورڈ، نگرانی کے واضح اصول اور مالیاتی معاملات کی جانچ اسلامی بینکاری کے اعتماد کے لیے اہم ہیں[20]

سود، مہنگائی اور معاشی ناانصافی: موجودہ دور کے بڑے معاشی مسائل میں مہنگائی، بے روزگاری، قرضوں کا بوجھ، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور کمزور طبقوں کا استحصال شامل ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے صرف مالیاتی قوانین کافی نہیں، بلکہ معاشی نظام میں انصاف، دیانت داری اور انسانی بھلائی کو بھی بنیادی اہمیت دینا ضروری ہے۔ اقبال کے فکر و فلسفے میں انسان کی عزت، خودداری، محنت اور معاشرتی انصاف کو اہم مقام حاصل ہے۔ ان کے تصورِ اجتہاد سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ معاشی مسائل کو صرف انفرادی فائدے

---

[19] Mohammad Altaf Hussain Ahangar, "Iqbal's Vision of 'Shariah' in Twenty First Century: An Analytical Perspective," Iqbal Review 57, no. 4 [2016]

[20] Mustanir Hussain Wasim and Muhammad Bilal Zafar, "Shariah Governance and Islamic Banks: A Systematic Literature Review," Journal of Islamic Accounting and Business Research 17, no. 7 [2026]: 1390–1430

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

کے بجائے اجتماعی بھلائی کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے۔ مثلاً اسلامی مالیاتی اداروں کو ایسے نظام فروغ دینے چاہییں جو حقیقی کاروبار، چھوٹے تاجروں، کسانوں اور کم آمدنی والے افراد کے لیے آسانی پیدا کریں۔ اسی طرح زکوٰۃ، وقف اور صدقات کے نظام کو بہتر بنا کر غربت میں کمی لانے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ مسرت النساء اور محمد آصف اعوان کے تحقیقی مقالے میں اقبال کے مثالی معاشرے کے تصور کو موجودہ معاشی مسائل کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس تحقیق میں معاشی انصاف، تعلیم، مضبوط قیادت اور فرد کی خودی کو ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کے اہم عناصر قرار دیا گیا ہے[21]

نوجوانوں کی معاشی خود مختاری: پاکستان جیسے ممالک میں نوجوانوں کو بے روزگاری، مہارتوں کی کمی، مہنگائی اور روزگار کے محدود مواقع کا سامنا ہے۔ اس مسئلے کا حل صرف سرکاری ملازمتوں میں اضافہ نہیں، بلکہ نوجوانوں کو ہنر، کاروبار، جدید تعلیم، مالیاتی سہولتوں اور خود روزگاری کے مواقع فراہم کرنا بھی ہے۔ اقبال کے نزدیک انسان کو اپنی صلاحیتوں کو پہچاننا، محنت کرنا اور اپنی زندگی میں مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔ ان کے تصورِ اجتہاد سے یہ رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے کہ اسلامی معاشی اصولوں کی روشنی میں ایسے نئے ادارے اور منصوبے بنائے جائیں جو نوجوانوں کو باعزت روزگار فراہم کریں۔ مثال کے طور پر بلاسود یا شرعی اصولوں کے مطابق چھوٹے کاروبار کے لیے مالی معاونت، ہنر سکھانے کے مراکز، کاروباری تربیت اور زکوٰۃ و وقف کے ذریعے روزگار کے مواقع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں اجتہاد کا مقصد صرف کسی نئے مالیاتی معاملے کا شرعی حکم معلوم کرنا نہیں، بلکہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں معاشی مسائل کے عملی حل تلاش کرنا بھی ہے۔

تکنیکی مسائل کے حل میں رہنمائی

مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) : مصنوعی ذہانت نے تعلیم، طب، کاروبار، تحقیق، بینکاری اور دینی رہنمائی سمیت زندگی کے بہت سے شعبوں کو متاثر کیا ہے۔ اب لوگ مصنوعی ذہانت کے ذریعے قرآن و حدیث کی تشریح، فتویٰ، تحقیقی مواد اور دینی سوالات کے جوابات بھی حاصل کر رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں کئی اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں: کیا مصنوعی ذہانت کا دیا ہوا دینی جواب درست ہوتا ہے؟ اگر اس کے جواب میں غلطی ہو تو ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا اسے فتویٰ دینے کا اختیار دیا جاسکتا ہے؟ اقبال کے تصورِ اجتہاد کی روشنی میں اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی سے فائدہ ضرور اٹھایا جائے، لیکن دینی فیصلوں میں مستند علمی تحقیق اور اہلِ علم کی نگرانی کو ضروری سمجھا جائے۔ مصنوعی ذہانت کتابوں اور حوالوں کی تلاش، مختلف آراء کا تقابل اور ابتدائی تحقیق میں مدد دے سکتی ہے، لیکن اس کے جواب کو مستند شرعی فیصلہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ 2026ء میں شائع ہونے والے ایک تحقیقی مقالے میں اجتماعی اجتہاد اور مصنوعی ذہانت کے تعلق پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مصنوعی ذہانت سے متعلق مسائل، مثلاً ذاتی معلومات کا تحفظ، غلط نتائج، قانونی ذمہ داری اور انسانی عزت، اتنے پیچیدہ ہیں کہ ان پر علماء، ٹیکنالوجی کے ماہرین اور قانون دانوں کو مل کر غور کرنا چاہیے[22]

سوشل میڈیا اور معلومات کی درستگی: سوشل میڈیا نے معلومات تک رسائی آسان بنا دی ہے، لیکن اس کے ساتھ جھوٹی خبریں، کردار کشی، غیر مصدقہ دینی اقوال، نجی زندگی میں مداخلت اور نفرت انگیز مواد جیسے مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

---

[21] Musarrat-Un-Nisa and Muhammad Asif Awan, "Allama Iqbal's Vision of an Ideal Society and Its Relevance to Modern Economic Issues," Makhz: Research Journal 6, no. 3 [2025]

[22] Kifayat Ullah et al., "Collective Ijtihad and Artificial Intelligence: Contemporary Jurisprudential Challenges," International Journal of Islamic Studies and Culture 6, no. 1 [2026]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا

اے ایمان والو! اگر کوئی نافرمان تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو[23]

اس اصول کی روشنی میں سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے ایسے ضابطے بنائے جاسکتے ہیں جو سچائی، دوسروں کی عزت، رازداری اور ذمہ دارانہ گفتگو کو یقینی بنائیں۔ اقبال کے تصورِ اجتہاد سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ نئے ذرائع ابلاغ کے مسائل کو پرانے اخلاقی اصولوں کی روشنی میں سمجھا جائے اور ان کے عملی حل بھی تیار کیے جائیں۔

ڈیجیٹل رازداری اور انسانی عزت: آج موبائل ایپس، ویب سائٹس اور ڈیجیٹل ادارے لوگوں کی ذاتی معلومات جمع کرتے ہیں۔ ان معلومات کا غلط استعمال، اجازت کے بغیر نگرانی، مالی دھوکا اور کسی شخص کی نجی زندگی کو نقصان پہنچانا اہم اخلاقی اور قانونی مسائل ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں کسی کی نجی زندگی میں ناجائز مداخلت اور تجسس سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا

اور ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگو[24]

اس اصول کو موجودہ دور میں ڈیجیٹل رازداری، معلومات کے تحفظ اور آن لائن نگرانی کے معاملات پر بھی لاگو کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے علماء، قانون دانوں اور کمپیوٹر سائنس کے ماہرین کو مل کر ایسے اصول مرتب کرنے چاہئیں جو ٹیکنالوجی کے فوائد کو برقرار رکھتے ہوئے انسانی عزت اور حقوق کا تحفظ کریں۔

نئی ٹیکنالوجی کے استعمال میں انسانی ذمہ داری: ٹیکنالوجی کی ترقی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر نئی چیز لازماً فائدہ مند بھی ہو۔ کسی نئی ایجاد سے انسانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے، لیکن اس کے غلط استعمال سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر مصنوعی ذہانت کے ذریعے جعلی ویڈیوز، غلط معلومات، مالی فراڈ اور کسی کی آواز یا تصویر کا غلط استعمال ممکن ہے۔ اقبال کے تصورِ اجتہاد سے یہ اصول اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کسی نئی ٹیکنالوجی کا جائزہ اس کے فائدے، نقصان اور انسانی زندگی پر پڑنے والے اثرات کی بنیاد پر لیا جائے۔ جدید ٹیکنالوجی کو انسانی بھلائی، علم اور ترقی کے لیے استعمال کیا جائے، نہ کہ دھوکے، استحصال اور نقصان کے لیے۔ اس موضوع پر 2026ء میں شائع ہونے والی ایک تحقیق نے بھی واضح کیا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے معاملات میں اسلامی فقہ کے اصول، شریعت کے مقاصد اور جدید تکنیکی معلومات کو ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے[25]

نتائجِ تحقیق (Research Findings)

زیرِ نظر تحقیق کے مطالعے اور تجزیے سے درج ذیل اہم نتائج سامنے آئے ہیں:

1۔ اجتہاد اسلامی قانون کا ایک متحرک اصول ہے۔ اسلامی تاریخ میں اجتہاد نے ہر دور کے نئے دینی، معاشرتی اور معاشی مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اپنے بنیادی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے بدلتے ہوئے حالات میں رہنمائی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

---

[23] القرآن، الحجرات 49:6

[24] القرآن، الحجرات 49:12

[25] Nandika Rizki Fitrian Ramadhani et al., "Reconstructing Ijtihad Fiqh in Responding to the Challenges of Artificial Intelligence: An Ethical and Sharia Legal Analysis in the Digital Era," An-Nur: Jurnal Studi Islam 18, no. 1 [2026]: 131–52

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

2۔ علامہ اقبال نے اجتہاد کو اصولِ حرکت قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اجتہاد محض سابقہ فقہی آراء کو دہرانے کا نام نہیں بلکہ قرآن و سنت اور اسلامی قانون کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کا ایک علمی اور فکری عمل ہے۔

3۔ اقبال کے نزدیک اجتہاد کی گنجائش ہر دور میں موجود ہے۔ اجتہاد کو صرف ائمہ مجتہدین کے زمانے تک محدود سمجھنا درست نہیں۔ ہر دور میں ایسے اہلِ علم پیدا ہو سکتے ہیں جو شرعی علوم، فقہی اصولوں اور اپنے زمانے کے حالات سے واقفیت رکھتے ہوئے اجتہاد کی ذمہ داری ادا کر سکیں۔

4۔ اجتہاد کے لیے قرآن و سنت بنیادی ماخذ ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اقبال جدید حالات کے مطابق شرعی رہنمائی حاصل کرنے کی حمایت کرتے ہیں، لیکن اس کا مطلب قرآن و سنت کے واضح اور قطعی احکام میں تبدیلی نہیں ہے۔ نئے مسائل کا حل بنیادی شرعی اصولوں کی روشنی میں تلاش کرنا ضروری ہے۔

5۔ اجماع اور اجتماعی اجتہاد کو ادارہ جاتی شکل دینا ضروری ہے۔ اقبال نے اجتہاد کے اختیار کو ایک مسلمان قانون ساز مجلس کے ذریعے منظم کرنے کی تجویز پیش کی، تاکہ اہم اجتماعی معاملات میں انفرادی آراء کے بجائے اہلِ علم کی مشترکہ مشاورت سے فیصلے کیے جا سکیں۔

6۔ اجتماعی اجتہاد میں مختلف علوم کے ماہرین کی شرکت ضروری ہے۔ جدید دور کے مسائل صرف فقہی نوعیت کے نہیں بلکہ ان کا تعلق معیشت، طب، قانون، ٹیکنالوجی اور معاشرت سے بھی ہے۔ اس لیے علماء کے ساتھ متعلقہ شعبوں کے ماہرین کی شرکت بہتر اور جامع شرعی فیصلوں کے لیے ضروری ہے۔

7۔ اقبال تقلیدِ جامد کے مخالف ہیں، علمی روایت کے نہیں۔ وہ سابقہ فقہی ائمہ کی علمی خدمات اور فقہی ورثے کی اہمیت تسلیم کرتے ہیں، تاہم ان کی آراء کو اس انداز میں حتمی قرار دینے کے مخالف ہیں کہ بعد کے اہلِ علم کے لیے تحقیق اور اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہے۔

8۔ عقل اور وحی میں باہمی تعاون کا تعلق ہے۔ تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اجتہاد میں عقل، قیاس اور علمی تحقیق کا استعمال ضروری ہے، لیکن یہ سب قرآن و سنت کی رہنمائی اور شرعی حدود کے اندر ہونا چاہیے۔

9۔ معاصر دینی مسائل کے حل میں اجتہاد کی عملی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ آن لائن نکاح، ڈیجیٹل زکوٰۃ، جدید طبی طریقہ ہائے علاج اور مصنوعی ذہانت کے ذریعے دینی رہنمائی جیسے مسائل کے لیے مسئلے کی حقیقت سمجھ کر شرعی اصولوں کی روشنی میں تحقیق کرنا ضروری ہے۔

10۔ معاشرتی مسائل کے حل میں اجتہادی فکر مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ خاندانی نظام، خواتین کے حقوق، وراثت، نوجوانوں کی تربیت اور معاشرتی انصاف جیسے معاملات میں دینی اصولوں کے ساتھ موجودہ معاشرتی حالات کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

11۔ اسلامی معاشی نظام میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ اسلامی بینکاری، ڈیجیٹل ادائیگیوں، سرمایہ کاری، سود، مہنگائی اور معاشی ناانصافی جیسے مسائل کا جائزہ صرف مالیاتی مصنوعات کے ناموں سے نہیں بلکہ ان کے حقیقی معاہدوں، طریقۂ کار اور نتائج کی بنیاد پر لیا جانا چاہیے۔

12۔ جدید ٹیکنالوجی کے مسائل میں شرعی رہنمائی ضروری ہے۔ مصنوعی ذہانت، سوشل میڈیا، ڈیجیٹل رازداری اور آن لائن معلومات کی درستگی جیسے معاملات میں علماء، قانون دانوں اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کی مشترکہ تحقیق ناگزیر ہے۔

13۔ اجتماعی اجتہاد کا مقصد اختلافات کو ختم کرنا نہیں بلکہ انہیں علمی اور منظم بنانا ہے۔ مختلف فقہی آراء کو دلیل، تحقیق اور مشاورت کے ذریعے پرکھنا چاہیے تاکہ امت کے اجتماعی مسائل میں بہتر رہنمائی حاصل ہو سکے۔

14۔ اقبال کا تصورِ اجتہاد روایت اور جدت میں توازن پیدا کرتا ہے۔ اس تصور میں ایک طرف قرآن و سنت اور فقہی علمی ورثے کی حفاظت ہے اور دوسری طرف جدید حالات کے مطابق نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

سفارشاتِ تحقیق(Research Recommendations)

زیرِ نظر تحقیق کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1۔ اجتماعی اجتہاد کے اداروں کو مضبوط بنایا جائے۔ مسلم ممالک میں ایسے مستقل علمی و فقہی ادارے قائم کیے جائیں جہاں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء، فقہاء اور جدید علوم کے ماہرین مل کر اجتماعی مسائل پر تحقیق اور مشاورت کر سکیں۔

2۔ اقبال کے تصورِ اجتہاد کو نصابِ تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔ دینی مدارس، اسلامی جامعات اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اجتہاد، اصولِ فقہ اور فکرِ اقبال کے متعلق خصوصی مضامین اور تحقیقی سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے

3۔ اجتماعی اجتہاد میں ماہرین کی شمولیت یقینی بنائی جائے۔ اسلامی بینکاری کے مسائل میں معاشیات اور بینکاری کے ماہرین، طبی مسائل میں مستند ڈاکٹرز اور تکنیکی مسائل میں کمپیوٹر سائنس کے ماہرین کو متعلقہ فقہی مجالس میں شامل کیا جائے۔

4۔ اسلامی بینکاری کے شرعی نگرانی کے نظام کو مزید مؤثر بنایا جائے۔ اسلامی مالیاتی اداروں کی مصنوعات، معاہدوں، منافع کے طریقوں، جرمانوں اور صارفین کے حقوق کا باقاعدہ شرعی اور معاشی جائزہ لیا جائے تاکہ اسلامی بینکاری کے حقیقی مقاصد حاصل ہو سکیں۔

5۔ جدید ٹیکنالوجی کے متعلق اجتماعی فقہی تحقیقات کی جائیں۔ مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل کرنسی، آن لائن کاروبار، ڈیجیٹل رازداری اور سوشل میڈیا کے مسائل پر مستقل تحقیقی منصوبے شروع کیے جائیں۔

6۔ فقہی اختلافات میں برداشت اور علمی مکالمے کو فروغ دیا جائے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کے درمیان مشترکہ علمی نشستوں، سیمینارز اور تحقیقی کانفرنسوں کا انعقاد کیا جائے تاکہ اختلاف کو تعصب اور شدت پسندی کے بجائے دلیل اور تحقیق کے ذریعے سمجھا جا سکے۔

7۔ اجتہادی فیصلوں پر نظرِ ثانی کا نظام قائم کیا جائے۔ جب کسی مسئلے کے متعلق نئی معلومات سامنے آئیں یا حالات تبدیل ہوں تو سابقہ اجتہادی فیصلوں کا علمی جائزہ لینے کی گنجائش رکھی جائے، البتہ قطعی شرعی احکام کو اس سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

8۔ اقبال کے خطبۂ اجتہاد پر مزید تحقیقی کام کیا جائے۔ اقبال کے تصورِ اجتہاد کا کلاسیکی فقہی مکاتبِ فکر، معاصر فقہی اکیڈمیوں اور جدید اسلامی قانون سازی کے نظاموں کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے۔

9۔ تحقیقی اداروں اور جامعات کے درمیان تعاون بڑھایا جائے۔ اسلامی اجتہاد کے موضوع پر مشترکہ تحقیقی منصوبے، بین الاقوامی کانفرنسیں، تحقیقی جرائد اور علمی مکالمے منعقد کیے جائیں تاکہ جدید مسائل کے حل کے لیے مستند علمی مواد تیار ہو سکے